اسلامی تہذیب و ثقافت
Journal of Islamic Civilization and Culture (JICC)

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE(JICC)

Volume 3, Issue 1 (Jan-June, 2020)
ISSN (Print):2707-689X
ISSN (Online) 2707-6903
Issue: http://ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/8
URL: http://ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/article/view/95/89
Article DOI: https://doi.org/10.46896/jicc.v3i01.95

Title Balakot resurgence of conflict and religious, scholarly analysis

Author (s): Dr. Iram Sultana, Kalsoom BiBi and Dost Muhammad

Received on: 29 June, 2019
Accepted on: 29 May, 2020
Published on: 25 June, 2020

Citation: Dr. Iram Sultana, Kalsoom BiBi and Dost Muhammad, "Construction: Balakot resurgence of conflict and religious, scholarly analysis," JICC: 3 no, 1 (2020): 254-266

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Islamic Research Index
HEC Approved Research and Indexing Agency
INTERNATIONAL Scientific Indexing
المنهل ALMANHAL
ASIAN Research Index
Crossref
Click here for more

معرکہ بالاکوٹ اور تجدید واحیائے ملت، محققانہ تجزیہ

Balakot resurgence of conflict and religious, scholarly analysis

ڈاکٹر ارم سلطانہ*
کلثوم بی بی**
دوست محمد***

ABSTRACT

Allah initiates the establishment of attainment and achievement, so beginning of one and the same code decreed for mankind is Allah in his rulings, or else its always failure. Simultaneously, it is decreed that they also code everything, even commands and forbidden things and relays it to humans through prophecy, Allah does not speak to everyone directly. So the beginning of prophecy series was done by Hazrat Adam (A.S) and end of the destiny was done by Hazrat Muhammad ﷺ. During Sixty three years of his life in peace He took the process to highest reaching stars, and testimony of the companions of the Prophet's legacy at Hija-tul-wada is a proof. Responsibility for the mission was inherited by scholars who comprehensively handled it in every time and place. Syed Ahmed Shaheed was a renowned member of the same party. His great achievement is that the religion of Muhammad and his followers renewed Sunni embraces it while the first stages, has led to emigration and jihad, that's your secret of success in the eyes of Muslims lies in the same. To achieve this goal, He selected great northwest, NWFP as center of militant activity. Thanks to Allah Almighty whose support and help led to successive victories and made practical implementation of the system possible. Revivalist movement that was near to illuminates the whole country, but people personal interests, greed and love for wealth and splendor began to pursue than the movement turned towards the Valley of Hazara and the final battle was fought here in Balakot too and he received martyrdom. Death of the martyr is the life of nation. Manifestation of the countless Islamic revivalist movement in the sub region which exist today did not deny anyone.

Keywords: Achievement, decreed, mission, comprehensively, support, victories

---

*لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد
**پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی۔
***لیکچرر، شعبہ عربی اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

مقدمہ

إن الحْمد لله، نحمده، ونستعينه، وَنَسْتَغْفِرهُ، ونعوذ بِاللَّه من شرور أَنْفُسنَا، وَمن سيئات أَعمالنَا، من يهده الله فَلَا مضل لَهُ، وَمن يضلل فَلَا هادي لَهُ، وَأشْهد أَن لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأشْهد أَن مُحَمَّدًا عَبده وَرَسُوله.

امابعد

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے تاقیام قیامت، کامیابی وکامرانی کاایک اصول اور ایک ہی ضابطہ بنی نوع انسان کے لئے مقرر فرمایا ہے اور وہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری میں کامیابی جبکہ روگردانی کی صورت میں ہمیشہ کی ناکامی ہے۔اس کے ساتھ یہ ضابطہ بھی مقرر فرمایاہے کہ وہ اپنے احکامات یعنی اوامر ونواہی بواسطہ نبوت انسانوں تک پہنچاتا ہے، براہ راست ہر ایک سے کلام نہیں کرتا۔ چنانچہ سلسلہ نبوت کی ابتداء جناب آدم سے ہوئی اور اختتام کا مقدر جناب رسول اللہ ﷺ کے سر ٹھہرا۔ آپ ﷺ نے اپنی تریسٹھ سالہ حیات میں جس طریقے سے اس سلسلے کو اوج ثریا تک پہنچایا، خطبہ حجۃالوداع میں صحابہ کی گواہی اس پر مہر ثبت ہے۔آپ ﷺ کے بعد وراثت نبوی کے کار نبوت کی ذمہ داری بزبان رسالت ، علماء کے سر آن پڑی جسے انہوں نے ہر زمان ومکان میں احسن طریقے سے نبھایا۔ سید احمد شہید اسی جماعت کے نابغہ روزگار۔آپ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دین محمدی کی تجدید کی اور اس کی بنیاد اتباع سنت پر استوار کرتے ہوئے اسے عہد اول کے مدارج، ہجرت وجہاد پر منتج کیا،اس لئے کہ آپ کی نظر میں مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی کاراز اسی میں مضمر تھا۔اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے آپ نے متحدہ برصغیر کے شمال مغربی علاقے،صوبہ سرحد کو جہادی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ نصرت خداوندی کی بدولت، پے درپے فتوحات اور نظام اسلام کی عملی تنفیذ نے قرون اولیٰ کی یادیں تازہ کرڈالیں۔قریب تھا کہ احیائے دین کی یہ تجدیدی تحریک پورے ہندوستان کو منور کرتی لیکن اپنوں کی ذاتی اغراض، طمع ولالچ اور حب مال وجاہ نے اس کے سامنے جب بند باندھنے شروع کئے تو اب اس کا رخ وادی ہزارہ کی طرف ہوگیا اور حق وباطل کا آخری معرکہ یہیں بالاکوٹ کے میدان میں لڑا گیا، جس میں آپ درجہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے، کے عین مصداق اس تجدیدی تحریک نے خطہ برصغیر میں ان گنت اسلامی تحریکوں کو وجود بخشا جس سے آج کسی کو بھی انکار نہیں۔

پیدائش

تیرہویں صدی کا آغاز تھا کہ سید احمد شہید (6صفر 1201ھ/9نومبر 1786ء) کی پیدائش

ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کے ضلع رائے بریلی کے ایک قصبہ دائرشاہ علم اللہ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے ارشاد و تلقین کی مسند پر فائز رہا اور اپنے حسن عمل اور خوبیٔ کردار سے مرجع خلائق رہا۔ (1)

شہادت

آپ 5 ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ پہنچے اور ۷ اذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ میں آخری جنگ ہوئی جس میں سید صاحب

مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے دعا کی تھی کہ:

"اے اللہ میری قبر کو صیغۂ راز میں رکھ تاکہ لوگ اس کو بدعات کا گڑھ نہ بنالیں" (2)

آپ کی یہ دعا قبول ہوئی، اور ان کی قبر اب بھی نامعلوم ہے۔

سید احمد شہید کا نصب العین

آپ کا بنیادی مطمح نظر اور نصب العین برصغیر میں اسلامی حکومت کی بحالی اور شرعی نظام کا اجراء تھا اور اس کام کے لئے آپ نے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ آپ نے عالم باعمل ہونے کی حیثیت سے شریعت کا اطلاق اولین طور پر خود اپنی ذات پر کیا۔ ابتدا ہی سے آپ اطاعت و عبادات میں انتہائی درجہ کا انہماک رکھتے تھے۔ (3)

خدمت خلق کو بھی اپنا شعار بنایا اور اپنے بنیادی نصب العین کے حصول کے لئے ۱۲۲٤ھ/۱۸۰۹ء میں نواب امیر خان کی رفاقت اختیار کی اور اس مقصد کے لئے راجپوتانہ گئے (4)۔ نواب امیر خان کے لشکر میں شمولیت سے سید احمد کو مختلف صورتوں میں اسلامی فکر کے اچھا کا نادر موقع ملا لہذا آپ بیک وقت جہاد بالعلم وللسان اور جہاد بالسیف دونوں میں مشغول رہے۔ بالفاظ دیگر اپنے نصب العین کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔

دینی تعلیمات سے شغف

اللہ تعالیٰ نے جس عظیم مقصد کے لئے آپ کو تیار کیا اس کے لئے دینی تعلیمات سے شغف اور جذبہ جہاد کا ہونا لازمی امر ہے۔ آپ نے اپنے مقاصد کو پیش نظر رکھا اور ان کی تکمیل کے لئے 1226ھ میں نواب امیر خان کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ آپ نے نواب امیر خان کو ایک با مقصد جدوجہد اور انگریزی اقتدار کے بڑھتے ہوئے خطرہ کا مقابلہ کرنے کی راہ پر لگانے کی بڑی کوشش کی۔

آپ امیر خان کے لشکر میں چھ سال رہے، آپ اپنی عبادات و ریاضات اور سپاہیانہ زندگی کے ساتھ

اصلاح وارشاد میں مشغول رہے، آپ کی توجہ محنت اور کوشش سے پورا لشکر دعوت و تبلیغ کا وسیع میدان بن گیا اور سپاہیوں کی بڑی اصلاح ہوئی، خود امیر خان کی زندگی میں بڑاانقلاب آیا۔[5]

سید احمد شہید نے لشکر میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیااور اس کا مثبت اثر ہوا۔ اسی دوران انہوں نے دینی میدان میں نام پیدا کیا۔ آپ نے مسلمانوں میں رائج فضول رسوم کو ختم کرنے کا بیڑااٹھایا۔ اسی دوران مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم نے مسلمانوں میں ان کی اسلامی حمیت کو بیدار کیا۔

جذبہ جہاد

اس سلسلے میں سیرت نگار یہ کہتے ہیں کہ امیر خان کے لشکر میں ملازمت کا مقصد یہ تھاکہ آپ عملی طور پر فوجی تجربوں سے واقف ہوں تاکہ جہاد کی تیاری میں وہ کام آسکیں۔

تحریک مجاہدین

سید احمد شہید نے جس وقت تحریک جہاد شروع کی ہندوستان کے بڑے حصے پر انگریز قابض ہو چکے تھے، صرف چند مقامات تھے جہاں ابھی ان کے اقتدار کی تکمیل باقی تھی۔ انھی مقامات میں سے پنجاب کا صوبہ بھی تھاجہاں سکھ قوم اپنے ایک لیڈر رنجیت سنگھ کی قیادت میں بر سر اقتدار تھی۔ سید صاحب کی تحریک جہاد کا رخ اسی گروہ کی طرف تھا۔

اس میدان جہاد کے انتخاب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ پنجاب اور سرحد کے مسلمان سکھوں کے توہین آمیز مظالم، اسلامی شعائر کی بے حرمتی اور مذہبی فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ کی وجہ سے سخت ذہنی اور نفسیاتی اذیت میں مبتلا تھے اور کسی نجات دہندہ کے منتظر تھے۔ چنانچہ سید صاحب نے مسلمانوں کو اس ذلت سے نجات دلانے کا فیصلہ کیااور اس کام کے لیے پوری طرح مستعد ہو گئے۔[6]

سید صاحب کی غیر معمولی شخصیت، ان کے بعض رفقا بالخصوص مولانا عبدالحئی اور مولانا سید اسماعیل شہید کے علم و فضل اور جوش خطابت کی وجہ سے تحریک جہاد کو نہایت قلیل وقت میں زبردست تائید وحمایت حاصل ہوئی اور مخلص ودین دار مسلمانوں کا ایک جتھا سکھوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔ سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق اس جہادی لشکر کا ہر فرد زہد و تقویٰ کے اعتبار سے بلند درجہ رکھتا تھا۔

"دن کو گھوڑے کی پیٹھ پر اور رات کو جاے نماز پر ہوتے تھے۔ خدا سے ڈرنے والے، آخرت کے حساب کو یاد رکھنے والے اور ہر حال میں راستی پر قائم رہنے والے تھے"[7]

اس تحریک کے قائدین بھی علم و تقویٰ کا پیکر اور قرن اول کے مسلمانوں کی پاکیزہ زندگی کا نمونہ تھے۔ تحریک مجاہدین عظیم الشان اور اخلاص پر مبنی تحریک تھی جس سے سلف کی یادیں تازہ ہو گئیں تھیں۔ سیدین نے

بے شمار لوگوں کے عقیدہ کی اصلاح کی۔ ہندوانہ رسوم کا خاتمہ کیا تو سکھوں کے خلاف لڑنے کے لئے تب نکل پڑے جب سکھوں نے مسجدوں کو اصطبل بنادیا تھا۔اذانوں و نمازیں پڑھنے پر پابندی تھی۔ایسے دور میں آپ نے عزم کیا کہ ہم رب کا غلام بنائیں گے۔

تحریک کے مقاصد

اس تحریک کی ابتداءاس سے ہوئی کہ توحید کا تصور جو مسخ ہو گیا ہے،اسے دوبارہ مسلمانوں میں خالص اور اصل شکل میں راسخ کیا جائے اور جن عوامل نے اسلام کو کمزور کر دیا ہے انہیں دور کیا جائے۔ان میں ہندو رسومات اور جھوٹے صوفی اور شیعہ عقائد خصوصیت سے قابل ذکر تھے۔اس تحریک کے دیگر مقاصد میں سے اہم مقاصد درج ذیل تھے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین

اس زمانے میں جبکہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد سرد پڑ چکا تھا، سید صاحب نے اپنی تحریک کے ذریعے اس کا احیاء کیا۔اقامت دین اور بقائے ملی کے لئے جہاد کر کے اس سرزمین پر نافذ کفر اور باطن کے نظام کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دینا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ جب تک مسلمانوں کی تلوار نیام سے باہر رہی اس وقت تک اسلام ایک زندہ اور متحرک قوت کے طور پر قائم رہا ہے اور جب سے مسلمان حکمرانوں کی عیاشیوں اور مفاد پرستیوں کے باعث اسلام کی شمشیر زنگ آلودہ ہو گئی ہے اس وقت سے وہ اپنے ہی بھائی کے خون سے رنگین ہے۔

حضرت سید احمد شہید نے علم جہاد بلند کیا۔اور امت کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔اللہ نے آپ کی اعانت فرمائی اور ایک اسلامی ریاست قائم بھی کر دی۔

مسلمانوں میں بدعتوں کا خاتمہ کرنا:

مسلم معاشرے اور تہذیب و تمدن کے زوال کا سبب ان کے نزدیک مذہبی شعار سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے روگردانی تھا۔آپ نے اپنے طریقے کو تمام بدعات سے پاک کیا، اور ضروریات زمانہ اور طبائع کے مطابق اس میں اصلاح و ترمیم فرمائی۔

سید صاحب جہاں بھی جاتے وہاں کے لوگوں کی کایا یکایک پلٹ جاتی مسلمان شرک و بدعات اور غلط رسم و رواج سے توبہ کرتے، یہاں تک کہ غیر مسلم بھی آپ کے معتقد ہوئے بغیر نہ رہتے،اور بہت سے اسلام بھی قبول کر لیتے۔

حق پرستی کو عام کرنا

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تجدید واحیائے دین کی انقلابی تحریک کا آغاز کرتے ہوئے التفہیم ملت میں

تمام طبقات زندگی کو الگ الگ مخاطب کر کے اس میں سرایت کر جانے والے نقائص کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عالم اسلام اس وقت ہر طرح سے زوال وانحطاط کا شکار تھا اگرچہ اول وقت سے عالم اسلام کے مختلف گوشے میں وقتاً فوقتاً مصلحین اور مجددین پیدا ہوتے رہے، جن سے مسلمانوں میں زندگی اور بیداری پیدا ہوئی، عقائد واعمال کی اصلاح ہوئی۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنی کتاب "الإمام الذی لم یؤف حقه من الانصاف والاعتراف" میں لکھا ہے کہ اگر سید صاحب کا احیائے جہاد اور حکومت اسلامی کے قیام کے علاوہ اور کوئی کارنامہ نہ ہوتا تب بھی ان کی عظمت کے لئے کافی تھا۔

سید صاحب نے اپنی انتھک کوششوں کے ذریعے مذکورہ اسباب و مقاصد میں سے اکثر میں کامیابی حاصل کی، **وذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔**

سلامِ مسنون کا رواج

جب سید صاحب پہلی مرتبہ شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نہایت سادگی سے۔ السلام علیکم۔ کہا، یہ وہ زمانہ تھا کہ سلام مسنون کا رواج ہی ہندوستان سے جاتا رہا تھا حتی کہ حضرت شاہ صاحب کے خاندان میں بھی اس کی رسم نہ تھی، شاہ صاحب نے جب سید صاحب کا سلام سنا تو بہت خوش ہوئے، اور حکم دیا کہ اسی طرح سلام بطریق مسنون کیا جائے۔

اصلاحِ سوم

آپ جب بھی کسی سے بیعت لیتے تو ان کو تعلیم دیتے کہ بیاہ برات اور شادی غمی وغیرہ میں خدا کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف جو شرک وبدعات کی رسومات رائج ہیں ان سے اجتناب کریں، ہر امر میں رسول مقبول ﷺ کے طریقے پر نگاہ رہے، چاہے اس میں خوشی ہو یا غمی۔ اسی بنا پر جب آپ سفر حج پر تھے اور مدینہ میں قیام تھا تو بعض لوگوں نے محفلِ میلاد کا انعقاد کیا اور سید صاحب کو بھی دعوت دی تو آپ نے فرمایا:

اگر اس مجلس کا انعقاد محض لہو ولعب کے لئے ہے تو ہم کو شرکت سے معذور رکھیں اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اس کو کتاب وسنت سے ثابت کر دیں، تو میں بسر وچشم حاضر ہو جاؤں گا ورنہ ہم کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

نشاناتِ شرک کا ابطال

سید صاحب نے ایک آدمی کے یہاں طاق میں مٹی کے کھلونے رکھے دیکھے، تو فرمایا:

یہ بت ہیں، ان کو مشرک رکھتے ہیں، ان کو توڑ ڈالو، گھر سے دور کرو، پھر دیر تک شرک کی برائیاں اور توحید کی خوبیاں بیان فرماتے رہے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ صاحب خانہ نے اسی وقت وہ کھلونے توڑ کر باہر پھینک دیے۔

بیوہ کا نکاح

اس زمانے میں بیوہ کے نکاح کو بڑے ننگ وعار کی بات اور خلاف ادب شرفاء سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض علماء بھی اس رواج کی حمایت کرتے تھے۔ علماء و مصلحین نے اس ذہنیت اور جاہلی حمیت کے خلاف اپنی زبان و قلم سے تبلیغ کی، لیکن مدتوں کی اس متروک سنت کے احیاء و ترویج اور صدیوں کے اس جاہلی خیال کے استیصال کے لئے تحریریں اور تقریریں کافی نہ تھیں۔ بلکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی عظیم شخصیت اپنے عمل سے اس سنت کا احیاء کرے، اور اس کی ایسی پرزور دعوت دے کہ اس کی قباحت دلوں سے بالکل نکل جائے، اللہ نے دوسرے عظیم الشان اصلاحی و تجدیدی کاموں کے ساتھ یہ عظیم الشان اصلاحی خدمت بھی جس کا اثر سیکڑوں خاندانوں، ہزاروں زندہ در گور عورتوں پر پڑا، سید صاحب سے لی، اور غیب سے اس کا سامان پیدا ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد ہندوستان کے شرفاء خاندان میں یہ مبارک تقریب منعقد ہوئی، سید صاحب نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ شاہ عبدالعزیزؒ اور اپنے خلفاء کے نام خط لکھوائے جس میں واقعہ کی اطلاع اور احیاء سنت کی ترغیب دی جس کی وجہ سے یہ سنت دوبارہ زندہ ہوئی۔

حج کی عدم فرضیت کا فتنہ

حج علماء کی تاویلوں اور اس فقہی عذر کی وجہ سے کہ راستہ پرامن نہیں ہے اور سمندر بھی مانع شرعی اور ''من استطاع الیہ سبیلاً'' کے منافی ہے، اور اس حالت میں حج کرنا فرمان خداوندی

﴿ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾(8)

(اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑا کرو) کی مخالفت ہے، کچھ مدت سے بالکل متروک یا بہت ہی کم ہو گیا تھا، بعض علماء نے جن کو علاوہ عقلیہ میں غلو اور انہماک تھا، حج کی عدم فرضیت اور ہندوستانی مسلمانوں کے ذمے سے اس کے ساقط ہو جانے کا باضابطہ فتویٰ دے دیا تھا، ان حالات میں سید صاحب نے حج کا ارادہ فرمایا جو ادائے فرض کے علاوہ حج کی فرضیت کا بہت بڑا اعلان اور اس کی زبردست اشاعت و تبلیغ تھی، جن کی ان حالات میں سخت ضرورت تھی، گویا کہ سید صاحب کے ذریعہ فریضۂ حج کی ہندوستان میں تجدید ہوئی۔

ہندوانہ وضع و معاشرت کی اصلاح

سید صاحب کے زمانے میں مسلمان بہت سے علاقوں میں صرف نام کے رہ گئے تھے، سب کام ہندوؤں کے کرتے، بت بھی پوجنے لگے تھے، ہولی، دیوالی بھی مناتے، اور طریقۂ اسلام سے بالکل بے خبر ہو گئے تھے، سید صاحب جس علاقہ میں بھی تشریف لے جاتے تو بیعت لیتے وقت یہ بھی عہد لیتے کہ وہ تمام ہندوانہ وضع و معاشرت کو چھوڑ دیں گے۔

دینی تعلیم وتربیت

نیز ان سے یہ بھی فرماتے کہ میں تو ایک جگہ رہ کر تمہاری مکمل دینی تربیت نہیں کر سکتا، پھر کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیتے جو ان کے جانے کے بعد وہاں کے لوگوں کی اصلاح کرتا، اور ان کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کرتا۔

غیر مسلموں کا قبول اسلام

جس طرح سید صاحب مسلمانوں کی اصلاح کی فکر کرتے اور ان کی ہدایت کی کوشش کرتے اسی طرح غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دعوت دیتے، بہت سے غیر مسلم آپ اور آپ کی جماعت کے طریقہ اور اخلاق کو دیکھ کر متاثر ہوتے ور اسلام قبول کر لیتے، اور بعض آپ کی باتیں سن کر اسلام کو تھام لیتے۔

نکاح کی ترویج

اس زمانہ میں خاص کر بنگال میں کثرت سے رواج تھا کہ پہلا نکاح تو ماں باپ کرا دیتے تھے، اس کے بعد جس کا جی چاہتا کسی عورت کو اپنے گھر ڈال لیتا، اور اس سے بغیر عقد و نکاح کے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا، چند متدین علماء اس خدمت کے لئے متعین کئے کہ بیعت کے بعد سو سو پچاس پچاس آدمیوں کو الگ بٹھا کر ان کے حالات دریافت کرتے جس عورت یا مرد کے تعلقات بغیر نکاح کے ہوتے اور وہ دونوں وہاں موجود ہوتے تو ان کا نکاح پڑھوا دیا جاتا، اگر دونوں میں سے کوئی ایک غیر حاضر ہوتا تو اس کو طلب کیا جاتا، اور نکاح پڑھا دیا جاتا، اگر اس کی حاضری ممکن نہ ہوتی تو سخت تاکید کی جاتی کہ جلد اس فرض کو ادا کیا جائے۔

شراب کی کساد بازاری اور برہنہ غسل کی روک تھام

جب سید صاحب سفر حج کے دوران کلکتہ پہنچے تو شراب کی دکانوں کا یہ حال تھا کہ یکلخت شراب بکنی موقوف ہو گئی، دوکانداروں نے جا کر سرکار انگریز میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلا عذر ادا کرتے ہیں، اور دکانیں ہماری بند ہیں، جب سے ایک بزرگ اپنے قافلے کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں، شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ان کے مرید ہوئے اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں انہوں نے تمام نشہ آور چیزوں سے توبہ کی ہے، اب کوئی ہماری دکانوں کو ہو کر بھی نہیں نکلتا[1] جب سید صاحب حج کے سفر کے دوران مکّہ پہنچے تو وہاں ایک مہینہ

قیام فرمایا، وہاں رواج تھا کہ لوگ بے تکلف حوض، تالاب وغیرہ میں برہنہ غسل کرتے تھے، آپ کو یہ بات بہت ناپسند گذری، اور وہاں کے قاضی سے اس سلسلہ میں بات کی گئی، قاضی صاحب نے حاکم وقت سے درخواست کی تو حاکم نے چند سپاہی مقرر کردیے کہ جب تک سید صاحب کے قافلے کا قیام رہے، کوئی برہنہ غسل نہ کرنے پائے۔

وادیِ بالاکوٹ

بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شاہراہ کاغان پر وہ مقام ہے، جہاں سید احمد شہید اوران کی جماعت سکھوں سے آخری بار معرکہ آرا ہوئی اوران کی اکثریت یہیں شہید ہو کر زندہ وجاوید بن گئی۔

بالاکوٹ کی وجہ شہرت آج بھی وہ شہداء ہیں جنہوں نے 6 مئی 1831 کو سکھوں کے خلاف مسلمانوں کی آزادی کے لئے جنگ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا تھا۔ بالاکوٹ کی اس سرزمین پر ان مبارک انسانوں کا وہ مبارک سفر ختم ہوا جس کی ابتدا 7 جمادی الثانی 1241ھ کی صبح سید احمد شہید نے اپنے غازیوں کے ساتھ اپنے وطن رائے بریلی سے کی تھی، اور ذی قعدہ 1246ھ کو منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

ان مبارک انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جام شہادت نوش کیا، جن کے دلوں میں عشق الٰہی کا شعلہ بیتاب اور شہادت فی سبیل اللہ کا ایسا جذبہ صادق پیدا ہو گیا تھا کہ ان کو اپنی جان وبال جان اور اپنا سر وبال دوش معلوم ہونے لگا تھا اور ان کے بُن مو سے یہ صدا آتی تھی۔

جان کی قیمت دیار عشق میں ہے کوئے دوست
اس نویدِ جاں فزا سے سر وبال دوش ہے (9)

معرکہ بالاکوٹ

بالاکوٹ مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے آگے پہاڑی علاقہ میں واقع دریائے کنہار کے مغربی کنارے پر ہے، شیر سنگھ اور سید احمدؒ کی فوجیں دریائے کنہار کے پار ایک دوسرے سے مقابل ہوئیں، بالاکوٹ کا گاؤں دریا کے مغربی کنارے پر ایک ٹیلے پر واقع تھا، شیر سنگھ کی فوج کا پڑاؤ بالاکوٹ سے تھوڑی دور مشرقی کنارہ پر تھا، شیر سنگھ دو راستوں سے بالاکوٹ پر حملہ آور ہو سکتا تھا:

1. بالاکوٹ کے مشرقی کنارے سے دریا پار کے۔
2. پکھلی کی طرف سے بالاکوٹ کے مغربی پہاڑ پر چڑھ کر۔

مٹی کوٹ پہاڑی کے دامن اور بالاکوٹ کے آباد حصہ کے درمیان کھیتوں کا ایک نشیبی علاقہ تھا۔ سکھوں کے اقدام کو روکنے کے لئے اس نشیبی علاقہ میں بہت پانی چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور اسے دلدلی بنا دیا گیا تھا۔ سید

احمدؒ نے پہاڑی پر جانے والی پوشیدہ پگڈنڈیوں کی نگرانی کے لئے ایک مختصر سادستہ تعینات کر دیا تھا، مگر یہاں بھی غداری اپنا کام کر گئی، پوشیدہ پگڈنڈیوں کا پتا سکھوں کو بتا دیا گیا اور کسی کمک کے پہنچنے سے پہلے محافظ دستہ کو اچانک زیر کر لیا گیا۔ مجاہدین کے نقشۂ جنگ پر یہ بہت بڑی ضرب تھی، کیونکہ اس کے فوراً بعد سکھ تمام پہاڑی پر چڑھ دوڑے جو بالاکوٹ پر سایۂ افگن تھی۔

جنگ شروع ہوئی، مجاہدین کی مختصر فوج چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم اور ایک دوسرے سے لاتعلق ہو گئی، جنگ جم کر ہوئی اور دست بدست ۔ سید احمدؒ پہاڑی کے دامن میں بہادری سے لڑتے ہوئے گر گئے۔ کسی نے ان کو گرتے ہوئے نہیں دیکھا، جو مجاہدین ان کے ساتھ لڑ رہے تھے وہ ان کے ساتھ شہید ہو گئے، سید صاحبؒ اور ان کے رفقاء کی شہادت ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۳۱ ء تقریباً روز جمعہ قبل از دوپہر ہوئی

معرکۂ با لاکوٹ میں سکھ فوجوں کی تعداد تقریباً کم و بیش بیس ہزار تھی، جب کہ بالاکوٹ میں موجود مجاہدین کی تعداد ایک ہز ار بھی نہ تھی۔ خلاصہ یہ کہ ابتداء میں حضرت سید صاحبؒ کو بہت عمدہ کامیابیاں حاصل ہوئیں، مگر بعد میں اپنوں کی غداریوں، انگریزوں اور سکھوں کی مسلسل سازشوں وغیرہ سے کامیابیاں سست پڑ گئیں، اگرچہ مخلصین کا جوش و خروش بڑھتا ہی رہا، بالآخر ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ جنگ و جہاد کرتے ہوئے ایک سرحدی مسلمان کی سازش سے مع شا ہ محمد اسماعیلؒ و دیگر رفقاء شہید ہو گئے۔ انااللہ واناالیہ راجعون

تجدید وامامت

علماء و مبصرین کے ایک بڑ ے گروہ کا خیال ہے کہ سید صاحب تیرہویں صدی کے مجدد تھے، سید صاحب کی تجدید کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے اصول و مبادی میں اپنی جامعیت اپنے نظام و تربیت اور اپنے نتائج و آثار میں اسلام کی اصلی دعوت سے بہت مشابہ اور قریب تھے، آپ کے وجود نے اسلام کے حق میں باران رحمت اور بادِ بہاری کا کام کیا۔

سید صاحب کا سب سے بڑا امتیازی تجدیدی کارنامہ اور آپ کی سب سے بڑی کرامت اور زندہ یادگار آپ کی پیدا کردہ اور تربیت کی ہوئی وہ بے نظیر جماعت ہے، جس کی مثال صحابہ کے بعد مشکل سے ملتی ہے۔ یہ جماعت جس طرح دشمنوں سے جہاد کرتی تھی اس سے زیادہ خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتی، اور سید صاحب کی اس تربیت کا اثر آج تک پایا جاتا ہے۔

تجدید واحیائے دین کی تاریخ میں آج تک جتنے بھی مجددین و مفکرین ہوئے ہیں ان میں سے ہر ایک کی خدمات سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں ہر قسم کے حالات کا سامنا کر کے اس اہم دینی فریضہ کو سر انجام دیا اور یوں اللہ کے دین کو سر بلند کیا۔

جب جوان ہوئے تو والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ مرورزمانہ اور ملک کی سیاسی اور اقتصادی حالت نے تکیہ کی آمدنی پر بھی بہت براثر ڈالا تھا۔ جو صرف پیری مریدی تک ہی محدود تھی۔ آپ کی عمر سترہ اٹھارہ برس کی ہو گئی تو کسب معاش کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اپنے چند ہمراہیوں کو ساتھ لے کر تلاش روزگار کی غرض سے پچاس میل کا پیدل سفر کر کے لکھنؤ جا پہنچے۔ (10)

نمایاں دعوتی خدمات

احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک کا تعلق صرف بالا کوٹ تک نہیں بلکہ تحریک پاکستان سے بھی ہے ۔ تحریک مجاہدین عظیم الشان اور اخلاص پر مبنی تحریک تھی جس سے سلف کی یادیں تازہ ہو گئیں تھیں۔ سیدین نے بے شمار لوگوں کے عقیدہ کی اصلاح کی۔ ہندوانہ رسوم کا خاتمہ کیا تو سکھوں کے خلاف لڑنے کے لئے تب نکل پڑے جب سکھوں نے مسجدوں کو اصطبل بنا دیا تھا۔ اذانوں و نمازیں پڑھنے پر پابندی تھی۔ ایسے دور میں سیدین نے عزم کیا کہ ہم رب کا غلام بنائیں گے۔ تحریک بالا کوٹ کا آزادی کشمیر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ انکا اگلا ہدف کشمیر تھا۔ کشمیر میں اب آزادی کی تحریک مضبوط ہے۔ مودی حکومت پنڈتوں کو لا کر اسرائیلی طرز کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ کشمیری پاکستان کے پرچم لہرا رہے ہیں اور ہم را کے ایجنٹوں کو معافیاں دے رہے ہیں۔ پاکستان کے یوم آزادی پر کشمیری یوم آزادی جبکہ بھارت کے یوم آزادی پر کشمیری یوم سیاہ مناتے ہیں ،اس سے بڑھ کر پاکستان کو اور کیا ثبوت چاہیئے۔ تقریب کی صدارت کرنے والے لاہور بار ایسوسی ایشن کے صدر چوہدری اشتیاق اے خاں ایڈوکیٹ نے کہا کہ ہم نے سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے مشن پر چلتے ہوئے ملک میں اسلامی حکومت قائم کرنی ہے۔ لاہور ہائی کورٹ بار کے نائب صدر جہانگیر بھٹی نے کہا کہ کشمیر کی آزادی کیلیئے وکلاء اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے۔ شہدائے بالا کوٹ کی قربانیاں تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ پاکستان کی آزادی میں ان کے خون کا حصہ ہے۔ ممتاز دانشور اور چیئرمین یو ایم ٹی ماس کمیونیکیشن ڈاکٹر مجاہد منصوری نے تو ہر سچ خوب کھول کر بیان کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ قیام پاکستان کے ادھورے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے کشمیری میدان میں بھارت کے خلاف نکلے ہوئے ہیں۔ کشمیر کی تحریک حالیہ دنوں میں بہت زیادہ مضبوط ہوئی ہے۔ بھارت میں انتخابات سے ثابت ہو گیا کہ وہ سیکولر نہیں۔

سید احمد شہید کی تحریک مجاہدین ہندوستان میں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کا ایک درخشندہ باب ہے۔ جب آپ شہید ہوئے تھے اور بچ جانے والے ساتھی مجاہدین نے ہندوستان میں اپنے گھروں کو جانے کے بجائے سرحدی قبائلی علاقوں میں مورچہ بندی کر کے پہلے سکھوں کے خلاف جدوجہد کی اور پھر ۱۸۴۹ء میں انگریزوں کے صوبۂ سرحد پر قابض ہونے کے خلاف گوریلا جنگ جاری رکھی۔ (11)

سید احمد شہید نے دین خالص کی دعوت پر اپنی بنیاد رکھی۔ آپ نے مسلمانوں میں ایمان و یقین، جذبہ اسلامی اور جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونک دی، ایک بڑی جماعت کو داعیانہ و مجاہدانہ بنیادوں پر منظم کیا اور ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کو اپنی دعوت و جہاد کا مرکز بنایا۔ ان کا منصوبہ دراصل یہ تھا کہ آگے چل کر وہ پورے ملک سے انگریزوں کو بے دخل کرنے کی کوشش کریں گے اور کتاب و سنت کی بنیاد پر یہاں حکومت شرعیہ قائم کریں گے۔ (12)

آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں ایک دینی فضاء قائم کردی اور ایک ایسی جماعت پیدا کردی جس کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ تیرہویں صدی میں صحابہ کا نمونہ تھے۔ (13)

اسلام کی دینی فکر میں جہاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ احیاء ملت کے لئے یہ نسخہ اللہ تعالیٰ کے صرف وہ بندے استعمال کرسکتے ہیں جنہوں نے اپنے لئے جینا چھوڑدیا ہو اور جن کی زندگی اور موت اپنے رب کے لئے ہو۔

آپ نے بار بار اس کی وضاحت کی ہے کہ انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کا قدم اٹھایا ہے۔ حکومت واقتدار، مال ودولت ان کا مقصود و مطلوب نہیں۔

بقول علامہ اقبال کہ:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی (14)

تعمیل حکم

اس تمام جدوجہد سے فقیر کا مقصود صرف یہ ہے کہ اہل کفر وضلالت سے جنگ کرنے کے بارے میں جو احکام وارد ہوئے ہیں اور فرمان باری تعالیٰ

﴿وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ﴾ (15)

کی تعمیل کی صورت پیدا ہو، فرمانبردار بندے کے لئے اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کے بغیر چارہ نہیں۔ (16)

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سید صاحب تیرہویں صدی ہجری کے وہ مرد مجاہد تھے جو عمل کے شہسوار اور وقت کے قلندر تھے آپ کے یہاں قرآنی معارف کی بہار بھی تھی اور جہاد حق کی للکار بھی، آپ کے اندر ابو بکر صدیقؓ کا فہم و جمال بھی تھا اور عمر فاروقؓ کا تبحر و جلال بھی، آپ وقت کے ابراہیم اور زمانہ کے بت شکن تھے،

آپ نے علوم کے صنم کدے میں اذان دی اور میدان عمل کے طاغوتوں سے جنگ کی، آپ کی کوشش یہ تھی کہ قرآن ہی حکومت کا نظام اور وقت کا امام ہو، اور قرآن ہی تمام علوم کا منبع و محور اور سارے فنون کا مآخذ و مرکز ہو، آپ کی آرزو یہ تھی کہ ذہنی و فکری گمراہیوں کا سد باب کیا جائے اور میدان عمل سے باطل کو بے دخل کر دیا جائے، آپ کے اندر معلمانہ عظمت بھی تھی اور قیادت کی آن بان اور خلافت کی شان بھی، اس لحاظ سے آپ ملت کے محسن بھی تھے اور وقت کے امام بھی، لہذا آپ کا یہ مقام بلکہ بعد والوں پر آپ کا یہ حق بنتا ہے کہ آپ کے افکار و نظریات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے، اور شخصیتوں کی تعمیر میں آپ کی زندگی سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ سید صاحب اپنی تحریک کے ذریعے غلط خیالات، باطل نظریات اور برے حالات کو روشن خیالات، دینی و ایمانی نظریات، پاکیزہ جذبات اور قابل رشک حالات سے بدل دیا، اللہ ان کو اس کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے اور ہم کو بھی اس میں حصہ نصیب فرمائے۔ آمین!

حواشی و مصادر

References

1. Syed Abu al Hasan Ali Nadvi, Seerat e Syed Ahmad Shaheed, majlis e tahqiqat wa nashriat e Islam, lekno, pp. 110/1
2. Syed Abu al Hasan Ali Nadvi, iza habit rih al iman, massasat al risalt, Beirut, 1406h, pp. 188
3. Sir Syed Ahmad Khan, aasar al sanadid,
4. Urdu Dair ma'arif e Islamia
5. Abdul Haye bin Fakhruddin, al Ia'lam inam fi tarikh al hind min al aa'lam, dar ibn e Hazam , Beirut, 1420h, 900/7
6. Syed Abu al Hasan Ali Nadvi, Seerat e Syed Ahmad Shaheed, majlis e tahqiqat wa nashriat e Islam, lekno, pp. 110/1
7. Syed Abu al Ala Moudodi, Tajdid wa ahya e din, darul salam, Pathan kot, 2004, pp. 7
8. Al Baqar:195
9. Syed Abu al Hasan Ali Nadvi, jab iman ki bad e bahar chali, maktab firdous , Makram nagar, 2004, pp. 47,48
10. Sadiq Husain, Syed Ahmad Shaheed or unki tahrik e majahidin, pp. 85,86
11. Syed Amir Badshad Bukhari, tahrik e mujahidin jang e balakot k bad, taj kutub khana, Peshawar
12. Syed Abu al Hasan Ali Nadvi, jab iman ki bad e bahar chali, maktab firdous , Makram nagar, 2004, pp. 7,8

13. Choudri Abdul Hafiz, ta'aruf jumat e majahidin, Noumani kutub khana, Lahore, pp.10
14. Allama Muhammad Iqbal, Bal e Jibrail, Sheikh Ghulam Ali and sons publishers, Lahore, 1986, pp.105
15. Surah Toba 9: 41.
16. Syed Abu al Hasan Ali Nadvi, Seerat e Syed Ahmad Shaheed, majlis e tahqiqat wa nashriat e Islam, lekno, pp. 385/1